

کے مشرق میں وقت گزارنے کا لوگ یہ سمجھ کر کہ مسافر اور غریب الوطن ہے کھانا دے جاتے، سیر ہونے کے بعد جو پچتا بلیوں کو ڈال دیتا۔ چونکہ اس کے گرد ہر وقت بلیاں موجود رہتیں، لہذا بلیوں والی سرکار مشہور ہو گیا۔ اس پر ستم یہ ہوا کہ بیگم ضیاء الحق جو ان دنوں کثرت سے مدینہ منورہ جاتی تھیں ان کے پاس بطور خاص حاضر ہوتیں۔ اخبارات کے ذریعے یہ بات جب اہل پاکستان کو معلوم ہوئی تو پھر کیا تھا، حرم نبوی، روضۃ الجنۃ سے بڑھ کر بابا بلیوں والا ہو گیا۔ لوگ دن بھر اس بات کے منتظر رہتے کہ کب وہ سرکار نظر آئے تاکہ اس کی قدم بوسی کریں، حرم نبوی کی نمازیں، تلاوت، ذکر و اذکار، درود و سلام سب ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔ اور بابے کے وارے نیارے ہو گئے بھلا ہو مسجد نبوی کے ذمہ داران کا جب ان تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اس بابے کو چلتا کیا۔

اب ایک نئے ”بابے“ کا انکشاف معروف کالم نگار، عرفان صدیقی نے ”بام حرم کا کبوتر“ کے عنوان سے کیا ہے۔ اور اس کی مکمل تفصیل بیان کر دی ہے اور اس کے شب و روز کی مصروفیات سے آگاہ کیا۔ اس کی نجی زندگی اور مجر د ہونے کا بھی انکشاف کیا ہے۔ نیکی، پاکیزگی، طہارت، زہد و تقویٰ اور عبادت میں مستغرق ہونا یقیناً بڑی خوبی ہے، لیکن یہ بات بھی بھولی چاہئے کہ اس کا صحیح پیمانہ نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ زندگی ہے آپ سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی اسوہ حسنہ نہیں ہے۔ بابا عبد المجید کا شمار بھی ان بزرگوں میں ہوتا ہے جو حقیقی زندگی سے نظریں چراتے ہیں۔ ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ اور چلہ کشی اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ہمیں بابا جی کی نجی زندگی اور طرز عمل پر ذرا بھی اعتراض نہیں۔ وہ با اختیار ہیں اور بقول صدیقی صاحب انہوں نے دینی علوم کی منزلیں طے کی ہیں وہ بہتر جانتے ہیں کہ ان کا اسلوب زندگی پیغمبر اسلام کی زندگی سے کس قدر مطابقت رکھتا ہے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ اس انکشاف کے بعد ان پاکستانیوں کا راستہ کون رو کے گا جو عمرہ کیلئے احرام تو باندھیں گے لیکن ادائیگی سے قبل بابا عبد المجید کے چوکھٹ پر جائیں گے۔ بیت اللہ کی زیارت اور طواف کعبہ سے قبل اس رستوران کے چکر کاٹیں گے جہاں سے بابا جی روزانہ جسمانی غذا لاتے ہیں شاید عرفان صدیقی صاحب اس کالم کے مضمرات سے آگاہ نہیں ہیں۔ ہماری قوم عقائد میں وہ رسوخ اور چنگی حاصل نہیں کر پائی جس کا تقاضا اسلام نے کیا ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ خود بابا جی کے فیوض و برکات تو سمیٹ لیتے، روحانی اور باطنی راحت کو اپنے تک محدود رکھتے لیکن انہوں نے یہ کالم لکھ کر ستم کیا، ایک تو بابا جی کیلئے مشکلات پیدا کیں۔ وہ آدمی جو شہرت اور ناموری سے کوسوں دور تھا سفید پوش تھا۔ حرم اور پاکستانی رستوران کے درمیان اس کا راز قائم تھا جس کو فاش کر کے بابا جی کو شرمندہ کیا۔

بابا جی! اگر سچی لگن، اور صدق دل سے اس راہ کے مسافر ہیں تو انہیں اب اپنا مقام بدلنا ہو گا تاکہ ریاکاری کی تہمت سے بچ سکیں۔ آخر میں ہم اپنی قوم سے درخواست کرتے ہیں کہ بلاشبہ کوئی بھی شخص اعلیٰ درجے کا مسلمان اور نیکی کا پیکر ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ایک مسلمان کیلئے نمونہ اور دیار ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ ہیں۔ آپ کا دیا ہوا اسوہ حسنہ ہی قابل تقلید ہے۔ لہذا حرم مکہ کی فضا میں پہنچ کر اللہ کے گھر سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔ اور قربت الہی کا بہترین ذریعہ اتباع رسول ﷺ ہے۔

قل ۞ کنتم نعبود ۞ اللہ فادعونی ۞ بعیدکم ۞ اللہ

ایسی نہیں جس میں انسان بے بس ہو۔ اس کے اخلاقیات اور معاملات میں کسی رنگ و نسل، علاقے کی تیز نہیں ایسا عادلانہ اور مساویانہ نظام جو محمود و ایاز کو ایک صف میں لا کھڑا کرے۔ اس میں تارک دنیا ہونا کوئی فضیلت نہیں رکھتا اور طالب دنیا ہونا بھی مستحسن نہیں؟ اسلام نے امت محمدیہ ﷺ کو امت وسط کہا: و کذلک جعلناکم امۃ وسطا..... الا یہ

اسلام نے زندگی گزارنے کا نہایت متوازن اسلوب دیا ہے۔ اور اس کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ مثالی نمونہ ہیں۔ آپ سے بڑھ کر نیکی طہارت بزرگی کا تصور ممکن نہیں ہے۔ پیغمبرانہ ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ کا تعلق اپنے خاندان اور قبیلہ سے بھی تھا۔ آپ نے شادیاں بھی کیں، آپ کے مراسم برادرانہ بھی تھے اور دوستانہ بھی۔ آپ صاحب قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ حکمران بھی تھے۔ آپ تہجد گزار اور صائم ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد اور سالار بھی تھے۔ ایسی منصفانہ زندگی جس میں دنیاوی امور اور معاملات شامل تھے اور للہیت اور خلوص پر مبنی دینی تقاضے بھی! آپ نے بھی کسی بھی یقین نہیں کی کہ کوئی دنیا سے کنارہ کشی کر کے نفس کشی پر لگ جائے بلکہ فرمایا: النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ شادی اور خاندان کی ذمہ داری کو اپنی سنت قرار دیا یہی باعث ہے کہ صحابہ کرام جو بدستار نبوت کے اولین پھول تھے۔ جنہوں نے براہ راست نبوت کے چراغ سے روشنی پائی۔ اور اپنی آنکھوں سے پیارے پیغمبر ﷺ کی سیرت ملاحظہ کی۔ ان میں کسی ایک کی بھی مثال ایسی نہیں ملتی جنہوں نے دنیا سے کنارہ کشی کر کے حرم نبوی کے کسی کونے میں چلہ کشی کی ہو۔ اور اپنا رشتہ مسجد کے کسی ستون اور کسی کے دسترخوان تک محدود کیا ہو۔ صحابہ کرام کی عظمت تو اس میں تھی کہ انہوں نے ایک مجاہدانہ زندگی گزار کر اسی عمارت کے سنگاں پہاڑوں سے نکل کر افریقہ کے بیابانوں کو اسلام کی برکات سے سرفراز کیا۔ اور مشقت اور محنت، بھوک و پیاس، غربت و افلاس اور غریب الوطنی کو اسلام کی سر بلندی کیلئے قبول کیا۔ اس کے باوجود وہ ولایت کے اس درجے پر فائز ہیں۔ جس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکا۔ جس کی خواہش پر قرآن نازل ہوا، جن کے تابع دریا، جنگلی درندے اور حیوانات ہوں، جن کے قدم رکھتے ہی رواں دواں دریا جم جائے چشم فلک نے ان سے برگزیدہ شخصیات اور مستجاب الدعوات لوگ نہیں دیکھے۔

بد قسمتی سے برصغیر میں بسنے والے لوگوں کا مزاج، ہندو واندھ رسم و رواج اور تہذیب سے شدید متاثر ہے۔ ہمارے نزدیک نیکی اور بزرگی کے پیمانے مختلف ہیں۔ وہ لوگ نہایت مقدس اور واجب الاحترام ہیں۔ جو خرق عادت امور میں حصہ لیتے ہیں۔ جو روایات سے بہت کر زندگی بسر کریں، جسمانی ریاضت اور مشقت سے اپنے آپ کو نحیف کر لیں، دنیا سے فرار حاصل کریں۔ حقیقت پندانہ زندگی سے جی چرائیں، خلوت اور تنہائی میں بیٹھ کر وقت گزاریں۔ سادھو اور بھکشوں کی طرح رہے، وہ ہمارے نزدیک بڑا معتبر ہوتا ہے اور تصوف کی زبان میں وہ ”بابا“ کی سند پر فائز ہو جاتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ برصغیر میں ایسے سینکڑوں ”بابے“ پائے جاتے ہیں جن کی حقیقی زندگی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے منافی اپنی من پسند زندگی گزارتے ہیں۔ یہ سلسلہ پاکستان تک محدود نہیں ہے، یہاں کی سر زمین تو خیر سے بہت زرخیز ہے۔ پاکستان کے طول و عرض میں روزانہ ایسے ”بابے“ جنم لیتے ہیں اور ایسی داستانیں چھوڑ کر غائب ہوتے ہیں کہ وابستہ لوگ اپنی عزت و ناموس کی خاطر حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے۔ لیکن اب یہ سلسلہ دراز ہو رہا ہے۔ آج سے بیس پچیس سال قبل مدینہ منورہ میں بھی ایک ”بابا بلیوں والا“ معروف ہوا تھا۔ غالباً ان کا تعلق جنوبی پنجاب سے تھا۔ اپنی حقیقی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کیا اور مسجد نبوی